اورنگ زیب عالمگیرؒ

ایک تعارف

تصنیف

مولانا ندیم احمد انصاری حفظہ اللہ

ڈائریکٹر الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

AL FALAH ISLAMIC FOUNDATION, INDIA

تفصیلات

کتاب: اورنگ زیب عالم گیر: ایک تعارف

تصنیف: مولانا ندیم احمد انصاری

ناشر: الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

ویب سائٹ: www.afif.in

ای میل: nadeem@afif.in

پیش لفظ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد:

شیطان کو نیک اور نیکی سے خدا واسطے کا جو بیر ہے، اس سے سب واقف ہیں۔ اُس نے لوگوں کو نیک اور نیکی سے مدظن کرنے کا ٹھیکا لے رکھا ہے۔ سلطان اورنگ زیب عالم گیرؒ سے متعلق جو غلط فہمیاں لوگوں میں پائی جاتی ہیں، اس کا سبب بھی یہی ہے۔ بعض لوگوں کو اورنگ زیبؒ ایک آنکھ نہیں بھاتے۔ اس صورتِ حال میں جب میں نے ان پر لکھی گئی بعض کتابوں کا مطالعہ کیا تو خیال پیدا ہوا کہ ان کا خلاصہ دوسروں تک بھی پہنچایا جائے کہ فی زمانہ ہر ایک کو تنگیِ داماں کی شکایت رہتی ہے۔ 2016ء میں میں نے اس سلسلے کے دو مضامین لکھے تھے، جو اب اس رسالے میں ہدیۂ قارئین کیے جا رہے ہیں۔ امید کہ مفید ثابت ہوں گے۔ ان شاء اللہ

ندیم احمد انصاری

14 محرم 1441ھ، 14 ستمبر 2019ء

بسم الله الرحمن الرحيم

سلطان اورنگ زیب عالم گیرؒ: حیات و شخصیت

سب سے پہلے اس حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ ہمارا ذاتی رجحان وہی ہے جو مشہور مؤرخ شیخ محمد اکرام نے ظاہر کیا ہے کہ جو غیر مسلم مؤرخین اورنگ زیب عالم گیرؒ کے احکام سے اسلام کے متعلق نتائج اخذ کرتے ہیں یا جو مسلمان یہ سمجھتے ہیں کہ اورنگ زیب عالمگیرؒ اگر فرشتہ ثابت نہ ہوئے تو اسلام مطعون ہوگا، یہ دونوں تناسبِ امور کا خیال نہیں رکھتے۔ اسلام کے حسن و قبح کا اندازہ قرآن و احادیث سے ہی ممکن ہے۔ اس کے علاوہ بعض حلقوں میں یہ غلط فہمی پھیلائی جاتی ہے کہ اورنگ زیب کے طرزِ عمل سے ہندو برگشتہ ہو گئے تھے اور اس سے مغلیہ حکومت کو زوال ہوا، اس کے متعلق ڈاکٹر تارا چند کی رائے پڑھنے کے قابل ہے:

> بعض لوگوں کے نزدیک اورنگ زیب کی مذہبی پالیسی ان کی ناکامیابی کا سبب بنی، بالعموم یہ خیال غلط ہے۔ ہندوؤں کی بغاوتیں ناکام رہیں اور ان کا کوئی مذہبی یا سیاسی مقصد نہ تھا، اورنگ زیب نے انھیں ہندوؤں ہی کی مدد سے فرو کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مرھٹوں کے

خلاف جنگ مغلیہ سلطنت کے لیے ایک بارِ عظیم ثابت ہوئی، لیکن ان کی بغاوت نہ مُلکی تھی نہ مذہبی، فقط ایک قبیلے کی بغاوت تھی اور دوسرے قبائل کی بغاوت سے بہت مختلف نہ تھی۔[رودِ کوثر: ۴۶۶، ۴۶۷ بتغیر]

ولادت

سلطان اورنگ زیب عالم گیرؒ کا پورا نام محی الدین محمد اورنگ زیب عالم گیر اور زمانہ ۱۰۶۹ھ تا ۱۱۱۸ھ بمطابق ۱۶۵۹ء تا ۱۷۰۷ء ہے۔ ۲۴/ اکتوبر ۱۶۱۸ء کی رات کو شہزادہ خرّم کی بیگم ممتاز محل کے بطن سے اورنگ زیب کی ولادت ہوئی۔ جہاں گیر بیٹے کی خبر سن کر بہت خوش ہوا اور اس کا نام 'سلطان اورنگ زیب' رکھا۔[تو زک جہاں گیری: ۲۵۲]

تعلیم وتربیت

اورنگ زیب کی عمر چار سال کے قریب تھی کہ نور جہاں (م ۱۶۴۵ء) سے اختلافات کی وجہ سے شہزادہ خرم نے جہاں گیر کے خلاف بغاوت کر دی (۱۶۲۳ء) اور وہ اہل وعیال سمیت دکن، اُڑیسہ اور بہار و بنگال میں مارا مارا پھرتا رہا۔ شاہی فوجوں سے کئی دفع شکست کھائی۔ آخر اسے باپ کے قدموں میں جھکنا پڑا۔ جہاں گیر نے معذرت قبول کرتے ہوئے بالا گھاٹ کی نظامت اسے دے دی اور دو قلعے 'رہتاس' اور 'اسیر گڑھ' بھی عطا فرمائے لیکن دارا شکوہ اور اورنگ زیب کو بہ طور یرغمال جہاں گیر کے پاس لاہور بھیجنا پڑا (۱۶۲۶ء)۔ اس وقت اورنگ زیب تقریباً آٹھ سال کے ہو چکے تھے۔[اورنگ زیب خطوط کے آئینے میں: ۱۲]

۱۶۲۷ء کو جہاں گیر وفات پا گیا اور شہزادہ خرم شہاب الدین محمد شاہ جہاں کے لقب سے ہندوستان کا بادشاہ بنا۔ رسمِ تاج پوشی اکبر آباد (آگرے) میں ادا کی گئی (۱۶۲۸ء)۔ اس

موقع پر اورنگ زیب کی عمر دس سال ہوگئی تھی اور چوں کہ شاہ جہاں مذکورہ بالا احوال کی وجہ سے کسی ایک جگہ شہزادوں کی تعلیم پر کماحقہٗ توجہ نہ دے سکا تھا لہٰذا جب وہ تخت نشین ہوا اور اطمینان کا سانس لیا تو شہزادوں کی (بالخصوص اورنگ زیب کی) باقاعدہ تعلیم وتربیت کا بندوبست کیا۔ اس غرض کے لیے بہترین استاد مقرر ہوئے، چناں چہ اورنگ زیب نے سعد اللہ خان (م ۱۶۵۶ء)، محمد صالح، میر محمد ہاشم، ملا عبد اللطیف سلطان پوری (۱۶۲۶ء)، ملا سید محمد قنوجی اور ملا احمد جیون (م ۱۷۱۷ء) جیسے علما وفضلا کے سامنے زانوے تلمّذ تہ کر تمام ابتدائی علوم متداولہ حاصل کیے اور پھر انتہائی مصروفیتوں کے باوجود اکتسابِ علم کا سلسلہ آخری عمر تک جاری رکھا۔ وہ بچپن ہی سے ذہین وشجاع تھے، تقریباً چودہ سال کی عمر میں بڑی جرأت ومردانگی کا مظاہرہ کیا۔ ۸/جون ۱۶۳۳ء کو غضب ناک ہاتھی پر اورنگ زیب کے حملے کا واقعہ مشہور ہے۔ شاہ جہاں شہزادے کی بہادری دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اس خوشی میں دار الحکومت میں کئی دن تک جشن منایا گیا۔ شاہ جہاں حقیقت میں اورنگ زیب کو بہت پسند کرنے لگا تھا۔ شاہ جہاں دراصل بڑی ذمّے داری سونپنے سے پہلے اورنگ زیب کو تجرباتی مہم پر بھیجنا چاہتا تھا، اس لیے پہلے دو سال تک بندیل کھنڈ مہم میں مصروفِ کار رکھا اور جب وہاں سرخ روئی حاصل ہوئی تو ۲۹/اپریل ۱۶۳۶ء کو انھیں دکن کی صوبے داری سونپ دی گئی، جو کہ بہ ذاتِ خود ایک مملکت تھی۔ اورنگ زیب دکن کے بگڑے ہوئے حالات کو درست کرنے میں آٹھ سال تک مسلسل سرگرمِ عمل رہے، اس دوران میں وہ چار مرتبہ دہلی بھی آئے۔

نکاح و اولاد

اورنگ زیب کی پہلی شادی شاہ نواز خاں صفوی کی بیٹی دل رس بیگم سے ۸/مئی ۱۶۳۷ء کو ہوئی۔ دل رس بیگم کو اورنگ زیب کی حرم میں 'محل خاص' کی حیثیت حاصل رہی اور

وہ رابعہ الدورانی کے نام سے مشہور ہوئیں، لیکن غالباً اورنگ زیب کے تخت نشین ہونے سے پہلے ہی وفات پا گئیں۔ ان سے اورنگ زیب کی پانچ اولادیں ہوئیں: زیب النسا، زیت النسا، زبدۃ النسا، محمد اعظم اور محمد اکبر۔ اس کے علاوہ اورنگ زیب نے اور شادیاں بھی کیں۔ ایک نواب بائی سے؛ ان کا نام رحمت النسا بیگم تھا، ان سے تین اولادیں ہوئیں؛ محمد سلطان، محمد معظم اور بدر النسا۔ اس طرح اورنگ آبادی محل، اودے پوری محل، زین آبادی محل، دل آرام اور دولت آبادی محل وغیرہ بھی اورنگ زیب کے نکاح میں آئیں۔ اورنگ آبادی محل سے مہر النسا اور اودے پوری محل سے کام بخش پیدا ہوئے۔ [مقدمہ رقعاتِ عالم گیر: ۱۵۴ تا ۱۵۶]

معرکہ آرائیاں

۲۸ / مئی ۱۶۴۴ء کو اورنگ زیب کو نظامتِ دکن سے معزول کر دیا گیا، جس کی ہم عصر مؤرخین نے مختلف تاویلیں کی ہیں لیکن قرینِ قیاس یہی ہے کہ اورنگ زیب کے دکن کے کارنامے اس کے دشمنوں کو ہرگز نہ بھائے، وہ اورنگ زیب کی کامیابی پر حملے کرنے لگے تھے، لہٰذا شاہ جہاں اور اورنگ زیب میں اختلافات پیدا کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ سات ماہ کے بعد باپ بیٹے میں صلح ہوئی۔ دکن کی نظامت تو دوبارہ نہ مل سکی البتہ ۱۶ / فروری ۱۶۴۵ء میں گجرات کی نظامت پر فائز کیے گئے۔ گجرات زرخیز صوبہ تھا اور تجارت وصنعت کے لیے مشہور تھا۔ ہندوؤں کی یہاں اکثریت تھی۔ احمد آباد، کاٹھیاواڑ اور سومنات جیسے اہم شہر اور مقامات اس صوبے میں واقع تھے۔ جس وقت اورنگ زیب کو اس صوبے کی نظامت تفویض ہوئی، اس علاقے میں لوٹ مار اور غارت گری عام تھی۔ حالات درست کرنا بڑی آزمائش کی بات تھی۔ لیکن انھوں نے دانائی، ذہانت اور جرأت سے کام لے کر گجرات کی بدنظمی کو دور کیا، چوروں اور ڈاکوؤں کا محاسبہ کیا اور ہر طرف امن وامان قایم کیا۔ [مقدمہ رقعاتِ عالم گیر: ۱۶۲]

سیرت و کردار

یہاں قیام کو دو ہی سال گزرے تھے کہ ۴ر ستمبر ۱۶۴۶ء کو شاہ جہاں کا حکم پہنچا کہ اورنگ زیب شائستہ خان حاکمِ مالوہ کو گجرات کی نظامت سپرد کر کے فوراً لاہور پہنچیں، تا کہ انھیں بلخ و بدخشاں کی مہم سونپی جائے۔ یہ علاقہ کبھی مغلوں کے جدِ امجد امیر تیمور صاحب قران (۱۳۲۹ء تا ۱۴۰۴ء) کی قلم رو میں رہ چکا تھا۔ شاہ جہاں نے اورنگ زیب کو ۱۰ر فروری ۱۶۴۷ء کو بلخ و بخارا کی مہم پر روانہ کیا اور وہ لاہور سے تقریباً ۲۵ر ہزار سپاہ کے ساتھ ۱۶ر مارچ کو پشاور پہنچے۔ پشاور سے ۳ر اپریل کو کابل اور ۱۷ر اپریل کو کابل سے آگے بڑھتے ہوئے ۲۵ر مئی کو بلخ پہنچے۔ یہاں بھی اورنگ زیب نے انتہائی ثابت قدمی اور بہادری کا مظاہرہ کیا اور ایک دن- ۹ر جون ۱۶۴۶ء- کو جب وہ یہاں سے لوٹ رہے تھے کہ ظہر کا وقت ہو گیا، امرا کے منع کرنے کے باوجود انھوں نے گھوڑے سے اتر کر نہایت اطمینان سے نمازِ با جماعت ادا کی۔ حریفِ مخالف نے یہ خبر سنی تو پکار اٹھا ’ایسے شخص سے لڑنا تو خود کو تباہی میں ڈالنا ہے‘ چناں چہ اس نے لڑائی بند کر دی اور صلح کی پیش کش کی اور مشروط صلح کر لی گئی۔ [مآثر عالم گیری: ۵۳۱]

سینٹرل ایشیا کی مہموں کا نتیجہ خواہ جو بھی نکلا لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اورنگ زیب نے اپنی جنگی صلاحیتوں کا لوہا منوا لیا۔ انھوں نے نئے جنگی تجربات حاصل کیے اور اپنی فوج میں اعلیٰ کردار و عمدہ اخلاق کے باعث بہت جلد ہر دل عزیز ہو گئے۔ امرا و منصب دار سب ان کی قیادت پر فخر کرنے لگے۔ [اورنگ زیب خطوط کے آئینے میں: ۲۷]

داراشکوہ کی ریشہ دوانیاں

بلخ و بدخشاں سے واپسی پر اورنگ زیب کو ۱۵/مارچ ۱۶۴۸ء میں ملتان کا گورنر مقرر کیا گیا۔ اسی اثنا میں ۲۲/جنوری ۱۶۴۹ء کو قندھار کی پہلی مہم تفویض ہوئی، لیکن ان کے پہنچنے سے پہلے ہی ایرانیوں نے قندھار پر قبضہ کر لیا تھا۔۔۔ان دنوں داراشکوہ برابر شاہ جہاں کو اورنگ زیب کے خلاف بھڑکاتا رہا۔[پرنس اورنگ زیب: ۲۴ تا ۳۸]

اورنگ زیب کم و بیش چار سال تک ملتان اور ڈھائی سال تک سندھ و ملتان دونوں کے گورنر رہے۔ اگرچہ درمیان میں انھیں دو دفع قندھار کی مہم پر جانا پڑا۔ جتنا وقت فارغ ملا، اس علاقے میں صرف کیا۔ اس دوران میں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن مرکز سے کوئی مدد نہ ملی اور اپنے محدود وسائل پر گزارا کرتے رہے۔ حریفوں نے آپ سے کئی غلط باتیں منسوب کیں، من جملہ ان کے یہ کہ اورنگ زیب کے آدمیوں نے بعض لوگوں کے گھر جلا دیے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اورنگ زیب نے ساحلِ سمندر پر اپنا ایک تجارتی جہاز تیار کیا ہے اور اس سے اپنے لیے آمدنی پیدا کر رہے ہیں۔ یہ سب باتیں بے بنیاد تھیں اور وقت کے ساتھ ساتھ ان کی حقیقت بھی شاہ جہاں پر ظاہر ہوگئی۔[مقدمہ رقعاتِ عالم گیر: ۱۷۰ تا ۱۹۴، پرنس اورنگ زیب: ۲۴ تا ۳۸] ان سب کے باوجود داراشکوہ اورنگ زیب اور شاہ جہاں کے اختلاف کو برابر ہوا دیتا رہا، جس سے متاثر ہو کر شاہ جہاں نے اورنگ زیب کو بڑے تلخ خطوط لکھے اور انھوں نے یہ سب طعنے جواں مردی سے سُنے اور شاہ جہاں کو ہر خط میں تسلّی بخش اور مؤدبانہ جواب دیتے رہے۔[رقعاتِ عالم گیر: ۶۱ تا ۸۸]

دراصل دارشکوہ اورنگ زیب کو بادشاہ کی نظروں سے گرانا چاہتا تھا تاکہ اس کی تخت نشینی میں کوئی اڑچن نہ پیدا کر سکے۔ اس لیے یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہوتا گیا اور آگے

چل کر دونوں بھائیوں میں باقاعدہ رزم آرائی بھی ہوئی۔ اس وقت چوں کہ اورنگ زیب کی پوری سوانحِ حیات بیان کرنا ہمارا مقصود نہیں، اس لیے بہت سے اہم واقعات سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ان کی تخت نشینی کی طرف آتے ہیں۔

دارا شکوہ نے جب ایسے حالات پیدا کر دیے کہ جنگ کے سوا چارۂ کار نہ رہا تو جنگ ہوئی، جس میں دارا شکوہ کو منھ کی کھانی پڑی اور اورنگ زیب فتح یاب ہوئے۔ اورنگ زیب کی دارا شکوہ پر فتح دراصل ذہانت، تنظیم اور مستعدی کی فتح تھی۔ ناعاقبت اندیشی، انتشار اور تذبذب پر اور سب سے بڑھ کر راسخ العقیدہ مسلمانوں کی ان لوگوں پر جو ہندومت اور اسلام کی وحدت کے قائل تھے۔ جب دارا شکوہ کا سارا زور ٹوٹ گیا تو وہ ساموگڑھ سے بھاگ کر آگرے آیا۔ کہیں ٹھہرا نہیں اور شرم کے مارے باپ کے سامنے بھی نہیں گیا بلکہ راتوں رات قیمتی جواہرات اور بیوی بچوں کو لے کے دہلی ہوتا ہوا پنجاب کی طرف روانہ ہو گیا۔ پنجاب اس کی ولایت تھی اور یہاں سے اسے مدد ملنے کی امید تھی۔ اسے اس بات کی بھی توقع تھی کہ سلیمان شکوہ کی فوج جو شجاع کو شکست دے چکی تھی، لیکن ساموگڑھ پہنچنے نہ پائی تھی، وہ بھی اس سے آملے گی۔ [کیمبرج ہسٹری آف انڈیا: ۴/ ۲۲۲] وہ اسی اُدھیڑ بن میں ایک طرف شاہ جہاں سے خفیہ خط و کتابت کرتا رہا اور دوسری طرف اورنگ زیب کے امرا کو لالچ دے کر اپنے ساتھ ملانے کی کوشش۔۔ اورنگ زیب نے آخر کار اسے ۲۵/ جون کو گرفتار کر کے پہلے سلیم گڑھ اور پھر گوالیار کے قلعے میں بھیج دیا اور وہیں علی نقی خان شاہی دیوان کے قتل کے قصاص میں ۱۲/ دسمبر ۱۶۶۱ء کو اس کا خاتمہ ہوا۔

خطاب و تخت نشینی

عمائد و امرا نے اورنگ زیب کے حضور میں فتح کی مبارک باد اور اطاعت گزاری

کی نذریں پیش کیں۔ خود شاہ جہاں نے تبریک و تحسین کے پیام اور ایک مرصع تلوار ارسال فرمائی جس پر خطاب 'عالم گیر' کندہ کرا دیا تھا۔[مآثر عالم گیری: ۷،۸]

اورنگ زیب نے تخت نشینی کی پہلی رسم دہلی کے قریب باغ اکبر آباد میں جو بعد ازاں شالیمار باغ کے نام سے مشہور ہوا، سادگی کے ساتھ ادا کی اور ابوالمظفر محی الدین محمد اورنگ زیب عالم گیر بادشاہ غازی کا لقب اختیار کر کے ۱۲/ جولائی ۱۶۵۸ء بروز جمعہ اپنی بادشاہت کا باضابطہ اعلان کر دیا۔

عظیم شہنشائیت

اورنگ زیب عالم گیر شہزادگی کے ایام میں ایک عظیم شہزادے اور شہنشاہیت کے زمانے میں ایک عظیم شہنشاہ ثابت ہوئے۔ وہ سیرت و کردار اور وسعت و استحکامِ سلطنت کے لحاظ سے اپنے تمام ہم عصروں میں یکتا تھا۔ دیگر اسلامی سلطنتیں ان کے ساتھ سفارتی تعلقات قایم کیے ہوئے تھیں اور عالم گیر کے دربار سے تعلقات رکھنے میں فخر محسوس کرتی تھیں۔ ایران میں صفوی اور ترکی میں عثمانی خاندان زوال پذیر ہو چکے تھے۔ یورپ میں ان کے ہم عصر لوئی چہارم شاہ فرانس اور پیٹر اعظم زار روس تھے، لیکن دونوں وسائلِ حکومت اور سیرت و کردار کے لحاظ سے اورنگ زیب سے کم تر تھے۔ اورنگ زیب بلا شک و شبہ سیرت و کردار کے لحاظ سے ایک مثالی انسان تھے۔ وہ صحیح معنوں میں ایک مردِ مومن تھے اور ایک مومن کی تمام تر اوصاف یعنی غفاری، قہاری، قدوسی و جبروت ان میں بدرجۂ اتم موجود تھے۔ وہ پرلے درجے کے سنجیدہ اور متین انسان تھے۔ نہ تو شان دار عسکری کامیابیوں سے خوش ہوتے نہ خطرناک ترین حادثوں سے گھبراتے۔ ان کی شان دار وسیع سلطنت اور سیرت و کردار کی شہرت ہر جگہ تھی۔[اے ہسٹری آف اورنگ زیب: ۱۲۵]

علمی سرگرمیاں

سلطنت کا بارِ گراں سنبھالنے کے باوجود ان کی ذاتی علمی سرگرمیاں جاری رہیں۔ قرآنِ کریم کی بعض سورتیں ابتدا ہی سے حفظ تھیں، تخت نشینی کے بعد انھوں نے پورا قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا۔ حفظ کرنے کے متعلق **سنقرئک فلا تنسیٰ** (۱۰۶۲ھ) تاریخ نکلی اور جب تمام مصروفیتوں کے باوجود قرآن مجید مکمل حفظ کر لیا تو **'لوحِ محفوظ'** (۱۶۶۲ء) تاریخ کہی گئی۔ علاوہ ازیں امام غزالیؒ کی تصنیفات، شیخ شرف الدین منیریؒ کے مکتوبات، شیخ زین الدینؒ اور قطب محی شیرازیؒ کے رسائل اکثر زیرِ مطالعہ رہتے تھے۔ ان کی علمی فضیلت ان کے رقعات سے- جوان کے عالمِ شہزادگی اور بادشاہت کے دور میں لکھے گئے- بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔ [مآثرِ عالم گیری:۵۳۲]

وفات

مرہٹوں کی سرکوبی کے بعد عالم گیرؒ نے احمد نگر کی طرف مراجعت کی اور آہستہ آہستہ منزلیں طے کرتے، نئے انتظامات دیکھتے بھالتے احمد نگر آئے۔ یہاں ایک سال سے زائد قیام رہا اور ۲۱؍فروری ۱۷۰۷ء بمطابق ۲۸؍ذی قعدہ ۱۱۱۸ھ کو جمعے کے روز وفات پائی۔ انا للہ انا الیہ راجعون

علامہ اقبال کے نزدیک برصغیر کی ملتِ اسلامیہ کی پوری تاریخ میں اورنگ زیب ہی ایک ایسے شخص تھے، جو اسلامی سیرت کے بہترین نمونہ تھے۔ [مقالاتِ اقبال:۱۲۸]

وصیت

وفات سے پہلے اورنگ زیب عالم گیرؒ نے ایک وصیت لکھی کہ میری تجہیز و تکفین

میں خلافِ سنّت کوئی رسم ادا نہ کی جائے اور مجھے خواجہ برہان الدین غریبؒ کے بائیں جانب دفن کیا جائے اور میری قبر کو پختہ یا اس پر سقف اور گنبد نہ بنایا جائے۔

سید عبدالجلیل واسطی بلگرامی نے تاریخِ وفات 'فی آفتاب عالم تاب' یعنی آفتابِ عالم تاب کا زوال لکھی اور بعد وفات عالمگیر کا لقب 'خلدِ مکاں' قرار پایا اور جس جگہ دفن کیے گئے، اس کا نام خلد آباد مشہور ہوا۔ [المعارف: ۱۹۶۸ء، ص: ۲۰]

❑❑❑❑

مآخذ

(۱) مآثرِ عالمگیری (۲) رودِ کوثر (۳) دائرۂ معارفِ اسلامیہ، پنجاب یونی ورسٹی۔

(نوٹ: سابقہ دو مآخذ کے علاوہ تمام حوالہ جات انسائی کلوپیڈیا سے ماخوذ ہیں)

سلطان اورنگ زیب عالم گیرؒ

بعض غلط فہمیاں اور حقائق

بادشاہ اورنگ زیب عالم گیرؒ تو بھارت کے شدت پسند ہندوؤں کو ایک آنکھ نہیں بھاتے اور ان پر الزامات کی ایک بوچھار ہے، جب کہ یہ الزامات تقریباً تمام ہی غلط فہمی یا تعصب کا نتیجہ ہیں۔ یہاں ہم ان میں سے چند اہم الزامات اور ان کے پیچھے پوشیدہ اصل حقائق کو جامع انداز میں پیش کرنے کی کوشش کریں گے، ان شاء اللہ۔

اورنگ زیب عالم گیر شہزادگی کے ایام میں ایک عظیم شہزادے اور شہنشاہیت کے زمانے میں ایک عظیم شہنشاہ ثابت ہوئے۔ وہ سیرت و کردار اور وسعت و استحکامِ سلطنت کے لحاظ سے اپنے تمام ہم عصروں میں یکتا تھا۔ دیگر اسلامی سلطنتیں ان کے ساتھ سفارتی تعلقات قائم کیے ہوئے تھیں اور عالم گیر کے دربار سے تعلقات رکھنے میں فخر محسوس کرتی تھیں۔ ایران میں صفوی اور ترکی میں عثمانی خاندان زوال پذیر ہو چکے تھے۔ یورپ میں ان کے ہم عصر لوئی چہارم شاہ فرانس اور پیٹر اعظم زار روس تھے، لیکن دونوں وسائلِ حکومت اور سیرت و کردار کے لحاظ سے اورنگ زیب سے کم تر تھے۔ اورنگ زیب بلا شک و شبہ سیرت و

کردار کے لحاظ سے ایک مثالی انسان تھے۔ وہ صحیح معنوں میں مردِ مومن تھے اور ایک مومن کے اوصاف یعنی غفاری، قہاری، قدوسی و جبروت ان میں بدرجۂ اتم موجود تھے۔ وہ پرلے درجے کے سنجیدہ اور متین انسان تھے۔ نہ تو شان دار عسکری کامیابیوں سے خوش ہوتے، نہ خطرناک ترین حادثوں سے گھبراتے۔ ان کی شان دار وسیع سلطنت اور سیرت و کردار کی شہرت ہر جگہ تھی۔

ہندوؤں کی عام ناراضی

❏ اورنگ زیب عالم گیرؒ پر ایک فردِ جرم یہ عائد کی جاتی ہے کہ انھوں نے برسرِ اقتدار آتے ہی خالص اسلامی پالیسی اختیار کی، جس سے غیر مسلم راجپوت خصوصاً اور ہندو عموماً ان سے ناراض ہو گئے اور وہ مغل حکومت کا ساتھ چھوڑ گئے۔

❏ جواب اس کا یہ ہے کہ عالم گیر نے برسرِ اقتدار آتے ہی واقعی مسلمانوں کی چند رسموں پر پابندی لگا دی تھی۔ ان اقدامات سے ہندو ناراض ہو گئے تھے۔ حالاں کہ ناراضی کا کوئی واضح جواز موجود نہیں تھا۔ ان میں بعض اقدامات ایسے تھے، جن کا مقصد اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی کو روکنا تھا۔ یہ اقدامات ہندوؤں کے خلاف ہر گز نہیں تھے۔ دربار میں سجدے کو ختم کرنا ہندوؤں کے مذہب پر کوئی حملہ نہیں تھا۔ رسمِ نوروز بند کرنے سے بھی ہندو مت متاثر نہیں ہوتا تھا، اور اسّی ٹیکس ایسے معاف کیے گئے تھے، جن سے ہندوؤں کو بھی فایدہ پہنچا تھا۔ لیکن کیا کیجیے عالم گیر کے تاریخ نویسوں کا، جنھوں نے ان اقدامات کو تعصب کی نگاہ سے دیکھا اور طرح طرح کی الزام تراشی سے کام لیا۔

جزیہ عائد کرنا

❑ اورنگ زیب پر یہ الزام بھی لگایا گیا کہ انھوں نے ہندوؤں پر ناجائز جزیہ عائد کیا۔

❑ جزیہ دراصل اسلامی ریاست کے مالی نظام کی ایک اہم کڑی تھی اور اسلامی ریاست میں جزیہ غیر مسلموں سے وصول کیا جاتا تھا، لیکن جو غیر مسلم ملک وقوم کے لیے فوجی کام سرانجام دیں، ان کا جزیہ معاف کر دیا جاتا تھا۔ مسلمانوں نے جہاں کہیں بھی حکومت قائم کی، وہاں جزیہ باقاعدہ طور پر نافذ کیا گیا۔۔۔ اب یہ کہنا کہ جزیہ ہندوؤں کو ذلیل کرنے کے لیے لگایا گیا تھا، سراسر ناانصافی پر مبنی ہے۔ دراصل یہ الزام اس لیے عائد کیا جاتا ہے کہ لوگ جزیے کی حقیقت اور ماہیت سے واقف نہیں۔۔۔ جزیہ کوئی ناگوار چیز نہ تھی، بلکہ غیر قوموں کے حق میں رحمت تھی۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوؤں نے اس سے ناراضی ظاہر کی، لیکن یہ ظاہر ہے کہ جو محصول ایک مدّت سے موقوف ہو چکا تھا اس کا نئے سرے سے قائم کیا جانا کیوں کر گوارا ہو سکتا تھا۔ [اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر: ۶۷، ۶۸]

مندروں کا انہدام

❑ اس سلسلے کا دوسرا الزام یہ بھی ہے کہ عالم گیر نے مذہبی تعصب کی بنا پر ہندوؤں کے مندروں کو گرایا۔

❑ اس ضمن میں جادو ناتھ سرکار نے سب زیادہ لے دے کی ہے اور حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کیا ہے۔ اب تو عالم گیر کے کئی فرامین منظرِ عام پر آ چکے ہیں، جن کے مطالعے

سے پتا چلتا ہے کہ انھوں نے ہندوؤں کی عبادت گاہوں کا احترام کیا، بلکہ ان کی حفاظت کے لیے سرکاری خزانے سے رقمیں مخصوص کیں۔

ایک خاص فرمان میں عالم گیر نے بنارس کے حاکم ابوالحسن کو خاص طور پر تاکید کی تھی کہ وہ بنارس کے ہندوؤں کو ظلم وتعدی سے بچائے اور ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کا اہتمام کرے۔ اسی قسم کے فرمان متھرا، احمد نگر، گوہاٹی اور پشاور کے بارے میں لکھے گئے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے؛ جنرل آف دی ریسرچ سوسائٹی آف پاکستان، جون ۱۹۶۱ء، ص: ۷۷ تا ۸۳ وغیرہ۔

حقیقت یہ ہے کہ صرف ان مندروں کو گرایا گیا جن کی حیثیت مذہبی کے بجائے سیاسی ہوگئی تھی اور جن میں حکومت کے خلاف مذہب کے پردے میں سازشیں ہوتی رہتی تھیں۔ اس سلسلے میں مولانا شبلی نعمانیؒ نے بڑے پتے کی بات لکھی ہے 'ایک بڑی غلطی عموماً یہ ہوتی ہے کہ لوگ آج کل کے تمدن اور معاشرت کی عینک سے پچھلے زمانے پر نظر ڈالتے ہیں۔۔۔ آج مسلمانون کی مسجدیں اور ہندوؤں کے شوالے کوئی مُلکی اثر نہیں رکھتے، لیکن قدیم زمانے میں یہی چیزیں بغاوتوں اور ہنگاموں کا صدر مقام بن جاتی تھیں۔ یہی بات تھی کہ ہندو اور مسلمان دونوں جب قابو پاتے تھے تو ایک دوسرے کی پرستش گاہوں کو صدمہ پہنچاتے تھے۔ تاریخیں بھری پڑی ہیں کہ ہندو راجاؤں نے جب قوت اور اقتدار حاصل کیا ہے، مسجدیں ڈھا کر برباد کر دی ہیں۔ علی عادشاہ دکنی نے ۹۷۶ھ میں جو رام راج کو- جو بیجا نگر کا راجا تھا- نظام شاہ بحری کے مقابلے میں اپنی مدد کو بلایا تھا۔ رام راج جب مدد کو آیا تو خود علی عادل شاہ کے ملک میں تمام مسجدیں جلا دیں۔'

مشہور مؤرخ محمد قاسم فرشتہ رقم طراز ہیں:

> علی عادشاہ نے ۹۷۶ھ میں رام راج کو مدد کے لیے طلب کیا اور اس کے ہم راہ احمد نگر کی طرف روانہ ہوا۔۔۔ پرندہ سے خیبر تک اور احمد نگر سے دولت آباد تک تباہی اور بربادی کا بازار گرم ہو گیا۔ بیجا نگر کے ہندو ایک عرصے سے ایسے موقع کی تلاش میں تھے۔ جی کھول کر ظلم و ستم کیے اور اس شہر کے لوگوں کی خوشیوں کو مٹی میں ملا دیا۔ ان لوگوں نے مساجد اور قرآن تک کو نذرِ آتش کر دیا۔ [تاریخِ فرشتہ: ۳۶/۲]

مولانا شبلی نعمانی نے وضاحت کی ہے کہ 'جس قدر بُت خانے توڑے گئے، ان ہی مقامات کے توڑے گئے جہاں پُرزور بغاوتیں برپا ہوئیں۔ ورنہ عالم گیر پچیس برس تک دکن میں رہے، ان ممالک میں ہزاروں بت خانے تھے، لیکن کسی تاریخ میں ایک حرف بھی نہیں مل سکتا کہ انھوں نے کسی بت خانے کو ہاتھ بھی لگایا ہو۔ الورہ کی مشہور مندر میں سیکڑوں تصویریں اور بت ہیں، عالم گیر اسی نواح میں الورہ سے میل دو میل کے فاصلے پر مدفون ہیں، بڑے بڑے بزرگانِ دین کا یہاں مزار ہے، جو عالم گیر سے بہت پہلے گزرے، لیکن یہ بت اور تصویریں آج تک موجود ہیں۔ یوروپین اور ہندو مؤرخ کہتے ہیں کہ عالم گیر نے چوں کہ بت خانے گرائے اس لیے بغاوت ہوئی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ بغاوت ہوئی اس لیے بت خانے گرائے گئے (تا کہ باغیوں کے سیاسی اڈے ختم ہو جائیں)۔۔۔ ۵ سنہ جلوس میں جب ہندوستان میں امن و امان قائم ہو گیا اور عالم گیر دکن کو روانہ ہو گئے تو بت خانوں کے گرانے کا ایک واقعہ بھی کہیں تاریخوں میں نظر نہیں آتا۔ دکن میں اسلامی سلطنتوں یعنی گولکنڈہ

اور بیجاپور سے مقابلہ تھا، اس لیے کسی بت خانے سے تعرض نہیں کیا گیا، ورنہ اگر مذہبی تعصب ہی ہوتا تو یہاں اس کا سب سے اچھا موقع تھا۔[اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر: ۷۰، ۷۴ بتغیر]

پاٹ شالوں کو بند کرنا

❑ ایک الزام اورنگ زیبؒ پر ہندوؤں کی پاٹ شالوں کو بند کرنے کا بھی ہے۔

❑ ایسا صرف اس لیے کیا گیا کہ وہاں مسلمان بچوں کو ایک اسکیم کے تحت ہندو مت کی تعلیم دی جاتی تھی۔ شاہ جہاں کے زمانے میں ہندو مسلمانوں پر مذہبی جبر کرنے لگے تھے۔ داراشکوہ کے طرزِ عمل نے ان کو اور جری کر دیا تھا۔ وہ اپنے پاٹ شالوں میں مسلمانوں کے بچوں کو اپنے مذہبی علوم سکھاتے تھے اور ایسی ترغیب دیتے تھے کہ دور دور سے مسلمان ان کے مدرسوں اور پاٹ شالوں میں آتے تھے۔ عالم گیر نے ان ہی مدرسوں کو بند کرایا تھا۔ بدگمان مؤرخوں نے یہ لکھ دیا کہ انھوں نے ہندوؤں کے تمام مدرسے اور عبادت گاہیں ڈھا دیں۔ تاہم ان کی تحریر میں بھی اصلیت کا سراغ لگ جاتا ہے۔ مآثر عالم گیری میں اس واقعے کو اس طرح لکھا ہے؛

> بادشاہِ دین پناہ کو معلوم ہوا کہ ٹھٹھ و ملتان میں بالعموم اور خاص کر بنارس میں برہمنوں نے مدارس قائم کیے ہیں اور کتبِ باطلہ کی درس و تدریس میں مشغول ہیں، ہندو و مسلم طلبہ دور دراز مقامات سے سفر کر کے ان علوم کی تحصیل کے لیے آتے ہیں۔ قبلہ عالم نے عام صوبہ جات کے ناظموں کے نام فرامین روانہ کیے کہ یہ مدارس مسمار کر دیے جائیں اور ان علوم

کے درس وتدریس کی تاکید کے ساتھ ممانعت کی جائے۔[مآثر عالم گیری: ۸۱بتغیر]

اس عبارت سے اصل وجوہات کا علم ہو جاتا ہے،لیکن متعصب مؤرخ نے ان کو عموم کے پیرایے میں لکھ دیا اور یہ اس کی عام عادت ہے۔[اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر:۶۹]

زبردستی مسلمان بنانا

❑ ایک الزام ان پر یہ عائد کیا جاتا ہے کہ عالم گیر کابل کے گورنر جسونت سنگھ کے بچوں کو زبردستی مسلمان بنانا چاہتے تھے۔

❑ یہ بھی حقیقت کے خلاف ہے۔بات دراصل یہ تھی کہ جسونت سنگھ کی وفات کے بعد بچے اور اس کی بیواؤں کو اس لیے دربار میں لایا گیا کہ بزمِ تیموریہ کا دستور تھا کہ جب کوئی بڑا امیر یا منصب دار اس دنیا سے کوچ کر جاتا،تو اس کے بیوی بچوں کو شاہی دربار میں لایا جاتا تھا کہ شاہی نگرانی میں ان کی حفاظت صحیح طور سے ہو سکے۔بیرم خان جب گجرات میں پٹن کے مقام پر مارا گیا تھا تو اس وقت اس کی بیوی اور چار برس کے بچے عبدالرحیم کو- جو بعد از اں تاریخ میں خانِ خاناں کے نام سے مشہور ہوا- اکبر کے دربار میں اسی لیے لایا گیا تھا۔

ہندو تہواروں پر پابندی

❑ اورنگ زیب پر ایک اور الزام یہ ہے کہ ہندوؤں کے تہواروں پر پابندی لگا دی گئی۔

❑ اس الزام کے جواب سے پہلے مولانا شبلی نعمانیؒ کی کتاب سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

اورنگ زیب عالم گیر ایک سادہ مزاج آدمی تھے اور انھیں ظاہری نمائش اور تکلفات سے نفرت تھی۔ ۱۰۷۹ھ میں برہان پور میں تابوت کے گشت کے متعلق دو گروہوں میں مُٹ بھیڑ ہوگئی اور بلوۂ عظیم ہوا اور بڑی خوں ریزی ہوئی۔ یہ سن کر بادشاہ نے حکم دیا کہ آئندہ تابوت نہ نکالے جائیں۔ اسی مد میں ہندوؤں کے میلے ٹھیلے بھی بند کروا دیے۔ اس سے بدگمان مؤرخوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ اس نے تعصبِ مذہبی کے لحاظ سے ایسا کیا۔ [اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر:۶۸ بتغیر]

دوسری بات یہ ہے کہ ہندو، بازاروں میں شرابیں پی کر نکلتے، فساد انگیزی کرتے، آتش بازی چھوڑتے اور اس طرح شہری امن وامان کو تباہ کرتے تھے۔ اورنگ زیب کو شہری امن وامان کو قائم رکھنے کے لیے یہ پابندی لگانی پڑی کہ ہندو اپنے تہوار شہروں کے باہر منایا کریں۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک انتظامی امر تھا اور اس مرض کا اس کے علاوہ کوئی علاج بھی نہ تھا، جیسا کہ آج بھی ہولی وغیرہ کے موقع پر بعض پابندی بدرجۂ مجبوری خود ہندوستانی جمہوری ملک میں لگائی جاتی ہے اور پولیس ایسے شریروں پر نظر رکھتی ہے، تا کہ کسی کے ساتھ زبردستی کیے جانے کی صورت میں اس کی تادیب کی جا سکے۔

ہندوؤں کو ملازمتوں سے نکالنا

❏ اورنگ زیب عالم گیرؒ پر ایک الزام یہ ہے کہ انھوں نے ہندوؤں کو ملازمتوں سے نکال دیا تھا۔

❏ یہ بات بھی درست نہیں۔ ان کے دورِ حکومت میں کسی بھی ہندو منصب دار کو

مذہبی تعصب کی بنا پر ملازمت سے علاحدہ نہیں کیا گیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خود منصب داروں کی تعداد اس امر کا بین ثبوت ہے کہ اورنگ زیب نے ہندو منصب داروں کی ہر طرح سے دل جوئی کی۔ جسونت سنگھ نے بار بار غداریاں کی تھیں، لیکن اسے بار بار معاف کیا گیا۔ وہ اعلیٰ منصبوں پر قائم رہا۔ آخر میں کابل کا گورنر بنا۔ اورنگ زیب نے ہندوؤں پر کبھی ملازمت کے دروازے بند نہیں کیے۔ اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اکبر کے عہد میں ہندو امرا کی تعداد باوَن تھی اور اورنگ زیب کے عہد میں یہ بڑھ کر اکسٹھ ہوگئی تھی۔ اکبر کے عہد میں منصب داروں کی تعداد چونسٹھ تھی، مگر اورنگ زیب کے زمانے میں یہ بڑھ کر ایک سو اسّی ہوگئی۔ اس بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اورنگ زیب پر یہ الزام لگانا کہ اس نے ہندوؤں کو ملازمتوں سے برخواست کر دیا تھا، ہرگز درست نہیں۔

مولانا شبلی نعمانیؒ نے اپنی کتاب میں ایک طویل فہرست دی ہے جس میں ہندو عہدے داروں کی تفصیلات موجود ہیں۔ اس فہرست کے بعد بطورِ انتباہ وہ لکھتے ہیں:

> اس فہرست میں بعض باتیں لحاظ کے قابل ہیں۔ سب سے مقدم یہ کہ اس میں مہارانا اودے پور کے بیٹے اور بھائی بھی موجود ہیں اور اس سے عجیب تر یہ کہ شیواجی کے متعدد عزیز اور رشتے داروں کے نام نظر آتے ہیں۔ حالات پڑھو تو معلوم ہوگا کہ یہ صرف نام کے عہدے دار نہ تھے بلکہ معرکوں میں حیرت انگیز جاں فشانیاں دکھاتے تھے۔ ان عہدے داروں میں ہر قسم کے عہدے دار ہیں یعنی فوجی بھی، ملکی بھی۔ غور کرو فوجوں کی افسری، قلعوں کی قلعہ داری، اضلاع کی نظامت و فوج داری،

ان سب سے بڑھ کر ذمہ داری اور اعتماد کے کیا عہدے ہو سکتے ہیں؟ یہ سب عہدے ہندوؤں کو حاصل تھے۔ [اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر: ٦٧]

❑❑

'رودِکوثر' اور 'اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر' کے علاوہ تمام حوالہ جات اردو دائرۂ معارف اسلامیہ: ٢٠/ ٦٣ تا ١٠٠ سے ماخوذ ہیں۔

❑❑❑❑